منظور الحسن

تقلید اور اجتہاد

موجودہ زمانے میں مسلمان علما کی غالب اکثریت تقلید جامد کو بطور اصول اختیار کیے ہوئے ہے۔ ان کا اصرار ہے کہ احکام دینیہ کی تعبیر و تشریح کے حوالے سے قدیم علما کا کام ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ ان کے کام کی تفہیم اور شرح و وضاحت تو ہو سکتی ہے، مگر اس پر نظر ثانی کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ دور اول کے فقہا نے جو اصول و قوانین مرتب کیے ہیں، وہ تغیرات زمانہ کے باوجود قابل عمل ہیں۔ اس ضمن میں تحقیق و اجتہاد کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس بات کا اب کوئی امکان ہے کہ کوئی شخص مجتہد کے منصب جلیلہ پر فائز ہو سکے۔ اس نقطۂ نظر اور اس پر اصرار کے باوصف واقعہ یہ ہے کہ یہ اہل علم فکر اسلامی کے بارے میں پیدا ہونے والے متعدد شکوک و شبہات رفع کرنے اور نفاذ شریعت کے حوالے سے بعض سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں ایک طرف ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو ان علما کے زیر اثر تقلید جامد کے اسیر ہیں اور دوسری طرف وہ نسل پروان چڑھ رہی ہے جو رد عمل کے طور پر اسلام کو ایک قصۂ پارینہ قرار دے کر جدید فلاسفہ سے کسب فیض کرنے کے لیے بے تاب ہے۔

ہمارے اہل دانش علما کے اس رویے کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اس پر تنقید کرتے ہوئے ان کی تقریر بالعموم یہ ہوتی ہے کہ علماے امت صدیوں سے تقلید کے طریقے پر گام زن ہیں۔ وہ ماضی بعید کے اہل علم کی تحقیقات اور آرا ہی کو حرف آخر سمجھتے اور قرآن و سنت پر از سر نو غور کرنے کے خلاف ہیں۔ مگر موجودہ زمانے میں تمدن کے ارتقا نے جو مسائل پیدا کر دیے ہیں، وہ ان سے صرف نظر کرتے ہوئے قدیم علما ہی کی دینی توضیحات کو اختیار کرنے پر مصر ہیں۔ چنانچہ اس امر کی ضرورت ہے کہ اجتہاد کے بند دروازے کو کھولا جائے اور اہل علم دور جدید کے تقاضوں کے پیش نظر قرآن و سنت کے احکام کی تعبیر و تشریح کریں۔

اس تصور کے تناظر میں یہ سوالات عام طور پر ذہن میں پیدا ہوتے ہیں کہ کیا قرآن و سنت کے احکام میں مرور زمانہ کے ساتھ ترمیم و تغیر ہو سکتا ہے، کیا ان معاملات میں بھی اجتہاد ہو سکتا ہے جن میں قرآن و سنت نے نہایت واضح احکام دیے ہیں،

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کیا قرآن وسنت کی شرح و وضاحت کے بارے میں ہم علما کی تحقیقات کو اجتہاد ہی سے تعبیر کریں گے؟ ان سوالات کے حوالے سے یہ مناسب ہے کہ یہاں مختصر طور پر اجتہاد کا مفہوم اوراس کا دائرۂ کار بیان کر دیا جائے۔

اجتہاد کا لغوی مفہوم کسی کام کو پوری سعی و جہد کے ساتھ انجام دینا ہے۔اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جس معاملے میں قرآن وسنت خاموش ہیں، اس میں نہایت غوروخوض کر کے دین کے منشا کو پانے کی جدوجہد کی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے منسوب روایات کی روشنی میں اجتہاد کا دائرۂ کار حسب ذیل نکات کی صورت میں متعین کیا جا سکتا ہے:

۱۔اجتہاد کا تعلق انھی معاملات سے ہے جو کسی نہ کسی پہلو سے دین وشریعت سے متعلق ہیں۔

۲۔انسانوں کو انفرادی یا اجتماعی حوالے سے جب بھی قانون سازی کی ضرورت پیش آئے تو انھیں چاہیے کہ وہ سب سے پہلے قرآن وسنت سے رجوع کریں۔

۳۔جن معاملات میں قرآن وسنت کی رہنمائی موجود ہے، ان میں قرآن وسنت کی پیروی لازم ہے۔

۴۔جن معاملات میں قرآن وسنت خاموش ہیں، ان میں انسانوں کو چاہیے کہ اپنی عقل وبصیرت کو استعمال کرتے ہوئے آرا قائم کریں۔

ان نکات کی بنا پر یہ بات بطور اصول بیان کی جا سکتی ہے کہ شریعت محل اجتہاد نہیں ہے، بلکہ محل اتباع ہے۔محل اجتہاد صرف وہی امور ہیں جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔چنانچہ اجتہادی قانون سازی کرتے ہوئے، مثال کے طور پر عبادات کے باب میں، یہ قانون نہیں بنایا جا سکتا کہ تمدن کی تبدیلی کی وجہ سے اب نماز فجر طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جائے گی؛معیشت کے دائرے میں یہ طے نہیں کیا جا سکتا کہ اب زکوٰۃ ڈھائی فی صد سے زیادہ ہوگی؛ سزاؤں کے ضمن میں یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ مثلاً قتل کے بدلے میں قتل کے بجائے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔گویا شریعت کے دائرے میں علما اور محققین کا کام صرف اور صرف یہی ہے کہ احکام کے مفہوم و مدعا کو اپنے علم و استدلال کے ذریعے سے متعین کرنے کی کوشش کریں۔اس میں ان کے لیے کسی تغیر وتبدل کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔البتہ، جس دائرے میں شریعت خاموش ہے، اس میں وہ دین ومذہب، تہذیب وتمدن اور عرف ورواج کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر طرح کی قانون سازی کر سکتے ہیں۔

اس باب میں جس طرز عمل کی اصلاح کی ضرورت ہے، وہ مخصوص علماے سابق کی تحقیقات یا اجتہادات پر عمل درآمد کے لیے اصرار ہے۔اس طرح کی کوئی پابندی اسلام نے عائد نہیں کی۔اس نے ہر زمانے کے ہر شخص کو اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ تحقیق واجتہاد کی صلاحیت بہم پہنچانے کے بعد دینی احکام کے حوالے سے اپنی آرا پیش کرے اوران کے لیے رائے عامہ کو ہموار کرے۔

ایک ضروری وضاحت

ہمارے ممدوح ومخدوم اور مولانا امین احسن اصلاحی کے شاگرد رشید علامہ خالد مسعود کی یاد میں سہ ماہی ''تدبر'' کا خصوصی شمارہ شائع ہوا ہے۔ اس میں ''ایک پر عزم محقق'' کے زیر عنوان ڈاکٹر منصور الحمید صاحب کا مضمون شامل ہے۔ اس مضمون کے بعض مندرجات کے بارے میں جناب خالد مسعود کے داماد نعیم احمد بلوچ صاحب نے مدیر ''اشراق'' جناب جاوید احمد غامدی سے استفسار کیا ہے۔ مدیر ''اشراق'' نے اس کا جو جواب دیا ہے، وہ من وعن حسب ذیل ہے:

۲۰ مارچ ۲۰۰۴ء

محترمی ومکرمی نعیم احمد بلوچ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ عنایت نامہ ملا۔ آپ نے رسالہ ''تدبر'' میں منصور الحمید صاحب کے مضمون کے بعض مندرجات کے بارے میں پوچھا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں اس طرح کی چیزوں پر بالعموم کوئی تبصرہ کرنا پسند نہیں کرتا۔ تاہم ریکارڈ کی درستی کے لیے یہ چند باتیں عرض کر رہا ہوں۔

اولاً، میرے کسی ادارے کے ساتھ ''جماعت اسلامی'' نے کسی نوعیت کا کوئی مالی تعاون کبھی نہیں کیا۔ منصور صاحب نے جس ادارے کا ذکر کیا ہے، وہ میں نے مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے ایما سے اور ان کی ہدایت کے مطابق ان کے گھر کے پاس ۱۔اے ذیلدار پارک اچھرہ میں انھی کی دی ہوئی عمارت میں قائم کیا تھا۔ میری عمر اس وقت کم وبیش چوبیس سال تھی۔ اس کے معاملات کو چلانے کے لیے میرے اور مولانا کے نام سے ایک مشترک اکاؤنٹ حبیب بنک اچھرہ میں کھولا گیا جس میں مولانا اپنی جیب سے ایک ہزار روپے ماہانہ جمع کراتے تھے۔ اس سے آپ مجھ پر مولانا کے اعتماد اور اس ادارے کے ساتھ مولانا کے تعلق کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

ثانیاً، ''ادارہ تدبر قرآن وحدیث'' بھی میری جدوجہد سے قائم ہوا۔ اس کا دستور میرے ہی قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اس زمانے میں جناب خالد مسعود صاحب اور ان کے رفقا کا رویہ میرے ساتھ کیا رہا، اس کے متعلق نہ میں نے اس سے پہلے کبھی کچھ کہا ہے اور نہ اب کہوں گا، اس لیے کہ وہ میرے بزرگ تھے اور اس طرح کے معاملات میں میں اس بات کا قائل ہوں کہ خطائے بزرگاں گرفتن خطاست۔

ثالثاً، میں نے اپنے مخاطبین کے لیے ایک خاص سطح ہمیشہ سے طے کر رکھی ہے۔ اس سے نیچے اتر کر کوئی شخص گفتگو کرے تو میں کبھی اس کا جواب نہیں دیتا۔ اس طرح کے لوگوں کے لیے یہ دعا، البتہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اختلاف کے ساتھ اعتراف کا حوصلہ اور دوسروں کی مذمت کیے بغیر اپنے ممدوحین کو خراج تحسین پیش کرنے کا سلیقہ عطا فرمائے۔

——جاوید

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org